بھاری حیاتی اُس شخص کا پیچھا نہ چھوڑتی جو کھیت تیار کرنے میں سست ہوا اور پانی آ گئے۔۔۔ اور ہر کوئی جُتّے کا پورا زور لگا دیتا کہ یہ جِھکڑ نہ سننی پڑے ۔۔۔ ڈور گا کے ذمّے ابھی کوئی کھیت نہ تھا پر وہ ہر اُس شخص کا ہاتھ جا بٹاتا جو ذرا پیچھے رہ جاتا ۔۔۔ سمرو بھی مگن تھا کسیّاں اور کدالیں بنانے میں پر وہ وقت نکالتا اور ہر روز تھوڑی دیر کے لئے ادھر جاتا جدھر ورچن اور پاروشنی کام کاج میں جُتے تھے ۔۔۔ وہ دور سے پاروشنی کو دیکھتا ، اُس کے بڑھتے ہوئے جُتّے کو دیکھتا اور پھر واپس آ جاتا ۔

ماتی اور اُس کے تینوں ہمیش کی طرح سب سے زیادہ کام کر رہے تھے اور جنوروں کی طرح جتے ہوئے تھے ۔ گاگری کی بہن کو اسی اب جھوریا کے ویاہ میں آ گئی تھی اور اُن کے ساتھ گُٹّا بھی تھا جو اتنا چھوٹا تھا وہ جب کھیت میں بیٹھتا تو دور سے کُچھو کی طرح لگتا ۔

وہ سب کھیتوں میں دن رات تھے اور کام میں جُھکے ہوئے تھے ۔

ابھی بڑے پانی کے بارے اُنہوں نے زیادہ نہیں سوچا تھا کہ یہ بعد کی بات تھی ۔

کوئی شے اُس کی کُدال سے ٹکرائی تو وہ بیٹھ گیا ۔ اُس نے مٹّی کو سمیٹ سمیٹ کر پرے کیا تو ایک ٹھیکری تھی اور اُس پر کچھ بیل بوٹے تھے ۔۔۔ پاروشنی نے ادھر دیکھا تو نہیں پر جان گئی کہ وہ کدال روک کر بیٹھا ہے ۔ اُس نے ادھر دیکھا تو وہ ٹھیکری پر جُھکا تھا ۔

"اِس کھیت میں گھاس پھونس اُگے گی اور وہ تم کاٹو گے اور کھاؤ گے" پاروشنی بولی پر ورچن نے جواب نہ دیا تو وہ اٹھ کر پاس ہوئی "کیا ہے ؟"

"میں جب موہنجو سے آیا تھا تو ۔۔۔ ڈور گا بھی ۔۔۔ تو راستے میں ویارنا کی پرانی بستی کے نشان تھے ۔ وہاں جو ٹھیکریاں تھیں تو بس ایسی تھیں ۔۔۔ بالکل ایسی"

"پر یہ تو پکلی کے آوے کا کوئی گھڑا ہے یا جھجھر ہے جو ٹوٹ کر مٹّی میں تھا اور تمہیں ملا ۔۔۔"

ورچن نے سر ہلایا "نہیں یہ کچھ اور ہے اور کہیں اور کا ہے یہاں کا نہیں ہے"

"کہیں اور کا ؟" پاروشنی کے ماتھے پر ایک سلوٹ اُبھری "کہاں کا ؟"

"پتہ نہیں ۔۔۔ پر ہم سے پہلے بھی بہت کچھ تھا ، جو نہ رہا ۔۔۔ اور بستیاں تھیں اور اُن میں وسنیک تھے تم جیسے اور مجھ جیسے ۔۔۔"

"اور اُن بستیوں کا کیا ہوا ۔۔۔" پاروشنی ڈرتے ہوئے بولتی تھی "اور ہمارا کیا ہو گا؟"

ورچن نے پاروشنی کے ڈر کو دیکھا تو اُس کا دل نرم ہوا "یہ ٹھیکری تو پکلی کے کسی برتن کی

ہے میں تو یونہی کہہ رہا تھا ۔۔۔"

"نہیں میں پکلی کے اُلیکنے کو جانتی ہوں ۔ جو بیل بوٹے وہ بناتی ہے اُنہیں جانتی ہوں ۔ وہ تو میرے جُتے پر بنے ہیں اور تم نے جھیل کے پاس چاند کی روشنائی میں اُنہیں دیکھا تھا کہ میں ایک رُکھ لگتی تھی جو گرا ہوا تھا ۔۔۔ تو اس ٹھیکری پر بیل بوٹے وہ نہیں جو پکلی بناتی ہے"

"تو پھر یہ کوئی اور پکلی تھی جو یہیں اسی گھاگھرا کے کنارے تھی ۔۔۔ اور وہ جو کچھ الیکتی تھی وہ بے انت زمانوں سے چلا آتا تھا اور پھر کچھ ہوا ، کچھ ٹوٹا اور یہ بیل بوٹے جو ہم دیکھتے ہیں کہیں سے آئے ۔۔۔ یہ کوئی اور پکلی تھی"

ڈوبو مٹّی کے پار رُکھوں کی ہری دیوار میں سے دو سَر نکلے جو ماسا اور چیوا کے تھے "جو اگیا وہ آ گیا" اور اُن کے سَر پھر رُکھوں میں گُم ہو گئے ۔

می آؤں ۔ می آؤں ۔۔۔ مور اب بولا تو اُس کی آواز ورچن نے بھی سُنی ۔۔۔ اور اُس نے پاروشنی کی طرف دیکھا ۔ اور پاروشنی سر جھکائے بیٹھی تھی اور جانتی تھی کہ ورچن اُسے دیکھتا ہے ۔

اَسوں کے شروع میں گھاگھرا کے پانی اونچے ہوئے پر یُوں جیسے سوچ میں ہوں دھیرے دھیرے اور اپنے میں گُم ۔۔۔ اور پھر وُہ گُم سُم کناروں سے باہر آئے پر ایک جھجھک کے ساتھ ۔ بستی کے آس پاس اور کھیتوں تک رینگتے گئے جیسے کینچلی اُتارنے سے پہلے کا سانپ رینگتا ہے ۔ اب اُنہوں نے کئی روز ادھر ہی رہنا تھا کھیتوں اور زمینوں میں اور بستی میں سب لوگوں نے اپنے چھپروں میں آلکس کے مزے میں اونگھتے رہنا تھا پر بڑے پانی کے دریا میں سے نکلنے کے دوسرے دن سمرو نے اپنے چھپر سے باہر جھانکا تو پانی واپس گھاگھرا میں جا چکے تھے ۔

وُہ سروٹ کی کشتی میں بنی ٹھنی دریا کے پار جاتی تھی ۔
دریا کے کنارے چند بچے ایک کچھوکو اُلٹ پلٹ کر دیکھتے تھے پر وُہ اپنی گردن اور ٹانگیں سمیٹے ایک چپٹے پتھر ایسا ہو رہا تھا ۔
پانی کم تھا پر جتنا تھا اُس میں ماگھ کا پالا ایسے گُھلا ہوا تھا کہ اُسے ہاتھ نہیں لگتا تھا ۔
بستی سے پرے پکلی کے آوے کی طرف دریا کا پاٹ چوڑا تھا اور وہاں کنارے کے ساتھ پانی کم تھا اور اور اُس میں سے لوگ نظر ٹکا کر مچھلی کو تاکتے تھے اور پھر سانس روک کر اُسے جھپٹ لیتے تھے ۔ پر اُن سے وُہ پکھیرو تاکنے میں آگے تھے جو دریا کی سطح پر اُڑتے رہتے ۔ اور پھر ایسے گرتے جیسے مر کر گرتے ہوں پر وُہ مچھلی پر گرتے اور اُسے پانی میں سے نکال لے جاتے ۔
سمرو نے اُسے سروٹ کی کشتی میں بیٹھتے دیکھا تو یہ جانا کہ وُہ پانی پر رُک کر بستی کو دیکھنے جاتی ہے ۔ اور وہاں پانیوں پر تیرتے ہوئے اُن کی بستی بہت بھلی لگتی ۔ اُس کے پیچھے پر بہت پیچھے رُکھ نظر آتے پر تھوڑے ۔ اور وُہ پرانی دیوار جو کبھی بڑے پانیوں کو روکنے کے لئے بنائی گئی تھی ۔ دریا کے بیچ تک جا کے سب اپنی کشتی واپس کرتے ۔۔۔ کیونکہ اُس سے آگے راستہ نہ تھا ۔۔ راستہ تو تھا پر ادھر جانا نہیں تھا ۔ دوسرا کنارا دکھائی تو دیتا تھا پر آج تک کوئی بھی اُدھر گیا نہیں تھا ۔۔۔ کیوں جو چلے جاتے ہیں تو وُہ دوسرے کنارے پر ہی تو چلے جاتے ہیں تو بھلا سانس چلتا ہو تو اچھا بھلا بندہ ادھر کیوں جائے گا ۔۔۔ اُدھر تو وُہ جاتے تھے جن کے لئے کشتی والا آجاتا تھا کہ آؤ میں تمہاری اڈیک میں ہوں تمہیں پار لے کے جانا ہے ۔ تم جو کچھ کر رہے ہو اور جہاں بھی ہو ابھی اٹھو اور چل دو کہ میں نے اور بہت ساروں کو تمہارے بعد اُدھر پار لے کر جانا ہے ۔۔۔ اور ادھر پار تو وُہ سب تھے جو کبھی تھے ۔۔۔ پتہ نہیں کتنے ۔۔۔ اور وُہ وہاں کیسے تھے ؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کیونکہ ادھر آج تک کوئی گیا نہیں تھا ۔
وُہ کل رات ماتی کے آگے لیٹی تھی اور ماتی نے اُس کے جُتے کو دیکھا بھالا تھا ۔

"بس یہ آنے کو ہے ۔۔۔" اُس نے بتایا تھا "مجھے بُلا لینا ۔۔"

پر پاروشنی نے اُسے نہیں بلایا تھا ۔ آج سویرے جب درد نے اُس کے جُثّے کو چیرنا شروع کر دیا تھا اور اُسے یُوں لگتا تھا جیسے اُس کے دو حصّے وکھرے وکھرے ہو جانے کو ہیں تو وہ جان گئی تھی کہ اب یہ ہونے کو ہے ۔۔۔ پر اُس نے ماتی کو نہیں بُلایا جو اس کام کی جانُوں تھی اور جس کا ہاتھ بڑا صاف اور پکّا تھا۔ تو وُہ اب دریا پار اپنا بچّہ جننے کو جاتی تھی ۔

پکلی نے کہا تھا ۔۔۔ "پاروشنی تیرے اندر پتہ نہیں کونسا ڈر ہے کہ تو اُن چیزوں سے تو نہیں ڈرتی جن سے ہم ڈرتے ہیں ۔۔۔ تو پھر وُہ کیا ہے جو تیرا رنگ پیلا کرتا ہے ۔۔۔ تو شگن کر لے کہ تیرا بچّہ کیسا ہو گا ۔۔۔ کہیں سے چِٹّا سفید پکھیرو لے آ ۔ اُس کی گردن کاٹ کر زمین پر پھینک تو اگر وُہ اپنی پیٹھ پر مرے تو جان لے کہ یَم کے کُتّے تم دونوں کے پیچھے آتے ہیں اور اگر اوندھا ہو جائے تو سب ٹھیک ہو گا" ۔۔۔

اُس نے چھپّر میں سے نکلنے سے پہلے اپنے آپ کو شنگھارا ۔۔۔ پہلے وُہ اپنے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر سیلٹ کی چِکنی مٹّی جُثّے پر مَل کر نہائی اور اُس میں بڑی مَست مہک تھی اور جس نے اُس کے سینے اور پیٹ کو نرم کیا ۔ پھر اُس نے سُرمے سے آنکھیں بھور کالی بنائیں ۔ پھر سیسہ پانی اپنے مُنہ پر لگایا تو اُس کی رنگت چِٹّی سفید ہو گئی ۔ اُس کے ہاتھوں میں کنگن تو ہمیشہ رہتے تھے پر اب اُس نے پاؤں میں جھانجھر اور کڑے اور ناک میں کیل اور گلے میں حمیل پہنے ۔

وُہ اپنے بچّے کو دریا کے دوسرے کنارے جا کر جننا چاہتی تھی تاکہ وُہ ان سب سے الگ ہو ۔۔۔ اُس نے سوچ لیا تھا کہ وُہ اُس کا نام کرومور رکھے گی ۔

پہلے موٹے باجرے کے دانے مٹّی میں پڑے رہے اور مینہ نہ پڑنے سے بُھن کر راکھ ہوئے اور پھر کنک بھی مٹّی میں مل کر مٹّی ہوئی کہ بڑے پانی آئے اور پیچھے ہو گئے ۔

وُہ کشتی چلا رہی تھی اور اُس کے جُثّے میں ایک تَراٹ اس طرح تیری کہ وُہ اپنے کُولہوں کو پکڑے مُنہ بھار گر گئی ۔ کشتی بیچ دریا میں تھی اور اُس کے بہنے کے ساتھ ساتھ ہولے سے بہتی تھی ۔ وُہ اپنے آپ کو دباتی اور سانس روکتی اوندھی پڑی رہی اور اُس کے ماتھے اور پُورے جُثّے پر اُس کے اپنے پانی تیرے ۔ اور وُہ اُن میں بھیگتی زور زور سے سانس لیتی رہی ۔ اُس کے کان سروٹ کی کشتی کے ساتھ لگے تھے اور وُہ بہاؤ کو سُن رہی تھی ۔ یہ بہت مدھم تھا ۔ زور میں نہیں تھا ۔ پالے کی رُت میں ایسا ہی ہوتا تھا پر زور کچھ کم تھا ۔ جب اُس کی دردیں ہولے ہوئیں تو وُہ

سنبھل کر بیٹھ گئی اور چپو سے کشتی کو آگے کرنے لگی ۔

سمرو نے دیکھا کہ پاروشنی کی کشتی دریا کے بیچ سے آگے جاتی ہے ۔۔۔ اُس کا ماتھا سُلگنے لگا ۔۔ یہ کیا کرنے کو ہے ۔ اِسے مت دینی چاہیئے کہ ایسا نہ کرے ۔ دریا کے دوسرے کنارے پر نہ جائے اُدھر کوئی نہیں گیا ۔ پر وُہ جائے گی ، رُکے گی نہیں ۔۔۔ اور اپنے ساتھ وُہ اُسے بھی لے جاتی تھی جو اُس کا تھا ۔۔۔ شائد اُس کا تھا ۔

دریا کے بیچ میں سے جب کشتی آگے ہوئی ۔ دوسرے کنارے کے زیادہ پاس ہوئی تو پاروشنی میں کوئی ڈر نہ تھا ۔ وہ جانتی تھی کہ اُدھر آج تک کوئی نہیں گیا سوائے اپنے برتن میں بند ہو کر کوئی نہیں گیا پر اُس کے اندر کوئی ڈر نہ تھا ۔ وُہ دوسرے کنارے کے بھید کو جاننا چاہتی تھی اور دوسرا کنارہ اُس کے پاس آتا گیا اور پھر آگیا ۔۔۔ اُس نے کشتی کو گھسیٹ کر خشکی پر کیا اور پھر کھڑی ہو گئی ۔۔۔ وہاں چُپ تھی ۔۔۔ اُس نے اس چُپ کو سُننا چاہا کہ اس میں وُہ سب ہوں گے جو کبھی تھے پر کوئی نہیں بولا ۔۔۔ وہاں صرف چُپ تھی ۔ یا پھر چند جھاڑیوں کے نوکیلے پتّوں میں سے گزرتی ہوا تھی اور اُن سے پرے ریت تھی اور اُس سے پرے بھی ریت تھی اور اُس سے پَرے اُسے نظر نہیں آتا تھا ۔۔ دِن ڈھلتا تھا اور جھاڑیوں کے سائے لمبے ہوتے تھے ۔ اور دریا پر تیرتا پالا اُس کے جُثّے کو یخ کرتا تھا ۔۔۔ وُہ زمین پر لیٹ گئی کُھلی ہو کر جیسے اپنے آپ کو سُکھاتی ہو اور انتظار کرنے لگی ۔

اُوپر خالی آسمان تھا جو روشنی کم کر رہا تھا ۔ اس کے آس پاس کُچھ نہ تھا بس وُہ خود تھی اور مٹّی میں ایک ایسی مہک تھی جو اُس کے سَر میں اثر کرتی تھی ۔

سُورج نیچے ہو کر پانی کے اندر کہیں چلا گیا اور شام کے پاؤں پاؤں پر ہی رات آگئی اور وُہ کُھلی ہو کر لیٹی انتظار کرتی رہی ۔

دریا کے پار بستی کے نیچے چند دیئے جھلملاتے تھے ۔

اور تب رُکھوں میں مور بولا "می آؤں ۔ می آؤں ۔"

اور اُس کی آواز ڈوبو مٹّی اور بستی اور دریا پر سے تیرتی اُس کے کانوں تک آئی اور پاروشنی نے ایک گہرا سانس لے کر اپنے آپ کو تیار کیا اور دردوں سے اُس کا جُثّہ کٹنے لگا اور تراٹوں نے اُسے اِس طرح کاٹنا شروع کیا کہ وُہ دوہری ہو گئی ۔۔۔ پسینہ بڑے پانی کی طرح اُس کے بدن سے اُترنے لگا اور اُس کی پیٹھ نیچے مٹّی گیلی ہو ہو کر کیچڑ میں بدلنے لگی اور وُہ اُس میں تڑپتی تھی پر مُنہ بند رکھتی تھی ۔ اور یُوں بہت دیر ہوا ۔۔۔ اتنی دیر کہ جیسے اُس کی بوٹی بوٹی الگ ہوئی اور پھر

جُڑی اور پھر الگ ہوئی اور وُہ اپنے پسینے میں پھسلتی مُنہ بند رکھتی رنگ بدلتی کراہتی اور تڑپتی رہی ۔۔۔ اور یُوں بہت دیر ہوئی ۔ اور پھر رُکھوں میں مور بولا ۔۔ ایک بوجھ اُس کے پیٹ میں سے حرکت کرتا ہوا نیچے ہوتا گیا اور رات کی تاریکی میں اُس کے دانت بھنچے ہوئے تھے اور وُہ درد کی شدّت سے دوہری تہری ہوئی جاتی تھی پر مُنہ نہ کھولتی تھی اور اُس کے ہونٹ جو دانتوں تلے کٹتے تھے اور اُن میں سے رَت پھوٹتی تھی پر پھر بھی وُہ بولتی نہ تھی اور پھر اُس کے بیچ میں دراڑ پڑنے لگی اور پھیلنے لگی اور وُہ یکدم ہلکی ہوگئی ۔۔۔ وُہ جیسے دریا میں تیرتی تھی کہ اُس کا سارا جسم اور آس پاس کی مٹّی پانی تھی ۔۔۔

اُس کے کان سُنتے تھے ۔

اُس نے ہاتھوں سے اس تیز دھار والے پتھر کو ٹٹولا جو وہ ناڑو کے کاٹنے کو ساتھ لائی تھی اور پھر اُس کے کان انتظار کرنے لگے ۔

اب اُس کے رونے کی آواز آنی تھی ۔۔۔

گھاگھرا کے پانیوں پر تیرتی اُس مور تک پہنچنی تھی جو رُکھوں میں تھا ۔

اُس کے رونے کی آواز اب آجانی چاہئے تھی ۔۔۔ پر وُہ نہ آئی ۔

وُہ وہاں بہت دیر تک پڑی رہی ۔

اور اُس کے آسے پاسے ایسی چُپ تھی کہ وُہ چُپ بولتی تھی ۔

اور اُس کے اُوپر آسمان کے سیاہ کنویں کی گہرائی میں مَنجی کے چار تارے اور اُن کے پیچھے تر نگلی بھی بُجھ بُجھ کر لشکتے تھے ۔

دریا کے پانی سانس روک کے تھمے لگتے تھے یا تھمے ہوئے تھے ۔

مگھر کا سیت پالا اُس کے جُثّے میں اُترنے لگا اور وُہ گیلی مٹّی جو اُس کے پسینے نے بنائی تھی اب ٹھنڈی ہوتی تھی اور اُس کی ہڈیوں میں اُترتی تھی ۔

وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اُس کا ناک کس پر ہے پر وُہ دیکھ نہ سکی ۔

دریا میں سے ابھرنے والا ٹاپُو اب ایک مرتبہ پھر ہموار ہو کر پانی کے ساتھ لگ گیا تھا ۔۔۔ جو کُچھ اُس کے اندر تھا وُہ اب ساتھ پڑا تھا پر اُس کے رونے کی آواز نہ آئی ۔۔۔ وُہ تھا ہی نہیں ۔۔۔ وُہ جو کُچھ تھا پاروشنی کے اندر تھا پر باہر ہوا تو اُس میں سانس نہ تھا ۔۔۔ اُس کے ہڈ پیر تھے پر کس کام کے بس گھاس پھونس تھا کسی نہ کام کا نہ کاج کا اور وُہ پاروشنی کی ہِک کے ساتھ لگا پڑا ٹھنڈا ہوتا تھا ۔

اور وُہ جو کبھی تھے اور اس پار تھے وُہ سب بھی رُکے ہوئے دم تھے ۔
سمرو نے اُسے کشتی میں جاتے ہوئے دیکھا تھا اور اب چھپّر تلے ٹھٹھرتا تھا اور سوتا نہ تھا ۔
اُس کے آسے پاسے چُپ تھی ۔
رُکھوں کے اندر رُکا ہوا مور بولنا چاہتا تھا اور اُس کی چونچ نہ کُھلتی تھی ۔ وُہ پُھدکتا اور پنجوں پر بھار ڈالتا جھیل کو جانے لگا ۔ رُکھوں کے اوپر رات تھی تو نیچے اُس سے بھی بڑھ کر رات تھی اور وُہ چلتا جاتا تھا ۔ جھیل رکھوں کی سیاہی کے اندر تھی اور دِکھتی تھی پر مدھم سی اور گُم ہوتی ہوئی ۔
ہم سب کہاں ہیں اور کیوں ہیں اور یہ کیا بھید ہے جو بے انت برسوں سے ہم سب میں جو تھے اور جو ہیں اِن میں چلتا جاتا ہے اور وہاں جائے گا جہاں ہم ہوں گے یا نہیں ہوں گے ۔۔۔
وُہ ہے بھی یا صرف ڈر ہے جو ہم نے خود بنایا ہے اور اب اُسی سے ڈرتے ہیں ۔۔۔ مٹّی میں دبی ٹھیکری کونسی پکلی کی ہے ۔ ڈور گاجھکا ہے تو کیوں ایسا ہے اور سمرو رات میں سوتے میں کہاں جاتا ہے اور اُس کا گلا سُوکھے کھیت کی طرح ہر دم پانی کیوں مانگتا ہے اور بڑے پانی اگر کیوں چلے گئے ۔ ورچن جڑیں کیوں نہیں پکڑتا اور میرے ساتھ جو اکڑتا ٹھنڈا جُسّہ ہے یہ اتنے ماہ میرے اندر گرم رہا اور پلتا رہا تو اب کیوں نہیں رویا ۔۔۔ پاروشنی نے اپنے آپ کو سنبھالا دے کر اٹھایا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی اور وُہ اُس کے سامنے پڑا تھا پر دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اُس کی ناک کیسی ہے اور کس کا ہے ۔۔۔ اُس نے اُسے اٹھایا تو وُہ لکڑی کی طرح تھا ۔ اکڑا ہوا پر نرم بھی تھا اُس کے اپنے پیٹ کی طرح ۔۔ اُس نے اُسے اٹھایا اور چلی اور کشتی تک گئی اور اُسے اندر رکھ کر کشتی کو دھکیلا اور جونہی وُہ گھاگرا کے سانس روکے پانی پر تیری تو وُہ اُس کے اندر بیٹھ گئی اور اُسے کھینے لگی ۔۔۔ پر ایسے کھیتی تھی جیسے نیند میں ہو ۔
پکلی دیکھ تیرے آوے سے اٹھنے والے دھویں سے زیادہ سیاہ رات میں مَیں ہوں اور بتا تُو اتنی مٹّی کہاں سے لائے گی جس کے ساتھ اس کے دبانے کو برتن بنائے گی ۔۔۔ یہ ایسا ہے کہ اس کے لئے ایک پہاڑ کی مٹّی بھی پُوری نہیں ہوگی ۔
اسے دبانے سے پہلے میں اسے کھاٹ پر رکھوں گی جس کے پائے نہ ہوں اور اُس پر سفید کپڑا بچھا ہوگا ۔
میں ایک کنویں کے گھیر جتنی جگہ کو گوبر سے لیپ کر اُس پر گھاس ڈالوں گی اور اُس پر کنک کے دانے تاکہ کوّے اُنہیں کھالیں اور تمہیں نہ کھائیں ۔
پکلی تو میرا ساتھ دے اور اس کے لئے اتنا بڑا برتن بنا دے کہ میں بھی اس کے ساتھ مٹّی

میں دابی جاؤں ۔ تم سب جو چُپ ہو پُوچھنے آئے ہو کہ وہ کہاں ہے ۔۔۔ تو وُہ اس کوکھ میں یُوں ٹھہرا جیسے ایک پہاڑ کی کھوہ میں ایک ہرن آباد ہوا ۔۔۔ کُچھ دیر ٹھہرا اور پھر چلا گیا ۔

سروٹ کی کشتی میں پانی رِس رِس کر جمع ہوتا تھا اور وُہ دوسرے کنارے کے پاس ہوتی جاتی تھی ۔

سرکنڈوں کی دیوار جو کنارے کے ساتھ چلتی جاتی تھی ہولے ہولے ہوا سے ہِلتی جاتی تھی ۔ آسمان پر مُنجی اور ترنگلی نیچے ہو رہے تھے ۔ مگھر کی سِیت تیز تھی اور تیز ہوتی تھی ۔۔۔ اور آسے پاسے نِری چُپ تھی ۔

پانی میں کوئی شے گِری ۔

پھر ایک اور شپاک ایسی آواز پانی پر تیرتی پاروشنی کے کانوں میں آئی ۔۔۔ پر وُہ کہاں سُنتی تھی ۔ کُچھ پانی میں گر رہا تھا اور کُچھ ہوا میں تیرتا تھا ۔

کشتی کے ساتھ کُچھ گِرا تو گرنے سے پانی اُچھلا اور چھینٹے پاروشنی پر پڑے ، وُہ کب محسوس کرتی تھی ۔

چُپ میں کُچھ گرتا تھا ۔

میں خود گرتی ہوں گھاگھرا میں اور یہ میرے گرنے کی آواز ہے ۔۔۔ میں ڈوبتی ہوں اور پانی میں ہوں ۔ تب پاروشنی کے سر پر سے کُچھ گُذرا اور اُس کے کندھوں سے کُچھ چُھوا اور پھر اُس نے سُنا کہ شائیں شائیں کی کُچھ مدھم آواز تھی جو ہوا کو کاٹتی تھی اور اس کے ساتھ پانی میں بار بار کُچھ گرتا تھا ۔۔۔ جیسے دُھول پر مینہ کے موٹے قطرے گریں تو وہ گُم ہوتے ہیں ۔ ایک مدھم گم کے ساتھ ایسے جو کچھ گرتا تھا پانی میں گُم ہوتا تھا ۔۔۔ پاروشنی چیخ چلاتی تھی تو شور ہوتا تھا ۔ اُس نے اُنہیں پانی سے اُٹھالیا اور سُننے لگی ۔۔۔ دھیرے دھیرے جو کچھ گرتا تھا وُہ بڑھتا گیا جیسے مینہ کی پہلی ٹپ ٹپ کے بعد وُہ زیادہ اُترتا جائے ۔ گھاگھرا کی سیاہ دِکھتی زمین پر گرنے کی بے انت آوازیں دھیرے سے اُبھرتی تھیں ۔۔۔ اور پھر پَروں کی ایک پوٹلی کشتی میں اگری اور پاروشنی کی پیٹھ کے ساتھ لگ کر ٹھنڈی ہو گئی ۔۔۔ اُس نے اُسے چُھوا تو وُہ مرا ہوا تھا ۔

وُہ بے انت تھے اور آسمان کو ڈھکے ہوئے تھے اور اس طرح اور ایسے ڈھکے ہوئے تھے جیسے صرف ایک پَر ہے جو پُورے آسمان پر چھایا اُسے ڈھک رہا ہے ۔ وہ اتنے تھے کہ رات کے اندر ایک اور رات کرتے تھے اور اُن کے پروں کی شُوکر بے حد مرنے والی تھی ، بہت دھیمی اور رُکتی

ہوئی اور شور کے بغیر تھی ۔۔۔ وُہ الگ الگ نہ دِکھتے تھے پر ایک لگتے تھے جو بہت بڑا ہے اور سارے آسمان پر ہے ۔ پر جب وُہ گرتے تھے تو پھر جانا جاتا تھا کہ یہ بہت سارے ہیں کیونکہ اُن میں سے ایک الگ ہو کر نیچے آتا تھا اور گھاگھرا کے پانیوں میں سوراخ کر کے نیچے چلا جاتا تھا اور پھر وُہ سوراخ برابر ہو جاتا تھا اور وُہ اُس کا حصّہ بن جاتا تھا ۔ اندھیرے کے اندر اندھیرے میں پاروشنی اُنہیں پوری طرح دیکھ نہ سکتی تھی پر وُہ آنکھیں پھاڑ کر اُنہیں دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ کہاں سے آ گئے ہیں اتنے ڈھیر سارے اور انہیں گھاگھرا میں گرنے کی جلدی کیوں ہے ، وُہ کیوں گر رہے ہیں ۔۔۔ وُہ بے انت تھے اور اُس کی کشتی کے آسے پاسے گھاگھرا کے پانیوں پر گرتے جاتے تھے اور اس سیاہ رات کے اندر ایک اور رات کرتے تھے جو اُن کے پروں کے پھیلنے اور سُکڑنے سے وجود میں آتی تھی ۔۔۔ اور اس رات میں اُن کے پروں کے پھیلنے اور سُکڑنے سے ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگتی تھی اور پھر رُکتی تھی جیسے وُہ سب سانس لیتے ہوں پر یہ اُن کے پروں کی شُوکر میں سے نکلتی مدھم ہوا تھی ۔

وُہ اس کی کشتی کے آس پاس آسمان سے اس طرح گرتے تھے جیسے وُہ اُس کے اندر سے باہر کو گرا تھا ۔ وُہ بولتے نہ تھے چُپ تھے اور گرتے جاتے تھے ۔

پاروشنی نے اُس ایک کو اٹھایا جو کشتی میں گرا تھا ، اُس کا جُثہ ٹھنڈا ہو چکا تھا ، مگھر کی رات میں وُہ ٹھنڈا ہو چکا تھا ۔ وہ ڈوبتے تھے کہ وُہ آسمان پر اپنا آخری دم لیتے تھے اور پھر مُردہ ہو کر نیچے پانی میں آ گرتے تھے ۔۔۔ یہ تو جھیل پر گرا کرتے تھے ! اُن پانیوں پر جو خشک ہونے کو تھے ۔۔۔ اب یہ بہتے دریا پر کیوں گرتے ہیں ۔

آسمان میں اُنہوں نے ایک اور رات کر رکھی تھی اور اُن کے پروں کی شُوکر اُکھڑے ہوئے سانس کی طرح مدھم مدھم آتی جاتی تھی ۔۔۔ اور وُہ تیز برستے مینہ کی طرح نیچے آتے چلے جاتے تھے ۔ اور اُن کے گرنے سے گھاگھرا کی سطح میں بے انت گڑھے بنتے تھے اور گم ہوتے تھے ۔۔۔ اور پانی جو اُن کے گرنے سے اُڑتا تھا کشتی میں بیٹھی پاروشنی پر پڑتا تھا اور اُس پر بھی پڑتا تھا جس میں دم نہ تھا ۔

پاروشنی نے پہلے اُسے اٹھایا جو اُن میں سے ایک تھا جو اُس کے آسے پاسے رات کے اندر ایک اور رات کرتے تھے اور جن کے پَروں کی شُوکر اُکھڑے سانس کی طرح مدھم مدھم آتی جاتی تھی جو بے دم ہو کر پانیوں میں گرتے جاتے تھے اور پھر اُس کو اٹھایا جو رویانہ تھا اور وُہ کشتی پر سے جُھکی اور اُنہیں گھاگھرا میں ڈال دیا ۔

سامنے یہاں سے وہاں تک جہاں تک وُہ دیکھ سکتے تھے ریت تھی اور جھاڑیاں تھیں اور اُن میں وُہ ایک نہ تھا سارے تھے جو کبھی جھاڑیوں کے اوپر بیٹھ کر دانت نکالتے اور کبھی اُن کے سامنے بیٹھ کر اپنے لمبے کان ہِلاتے ۔ وہ دانت نکوس کر اُن کی طرف بڑھتے پر وُہ پنجوں میں نہ آتے ۔

پر یہ تو ایک تھا اتنے سارے کیسے ہو گئے ؟

اُن میں سے ایک کُتّے کے سر میں کچھ گھوما ۔۔۔

جب ہم خُشک کھیتوں میں لوٹنیاں لے رہے تھے اور یہ سیہا اپنے لمبے کان جوڑے پنجوں سے مٹّی کھودتا تھا تو ہم نے اسے دیکھا اور پچ پچ کرتے اس کے پیچھے ہو لئے ۔ یہ ایک تھا ۔ اور یہ ڈوبو مٹّی پر کُودتا رُکھوں میں آیا تو ہم اس کے پیچھے تھے تو یہ ایک تھا ۔ اور ہماری زبانیں اس کی رَت کا سواد لینے کے چاؤ میں باہر لٹکتی تھیں اور اُن سے رال ٹپ ٹپ گرتی تھی اور اُس راستے پر گرتی جاتی تھی جس پر ہم اِس سیہے کو پکڑنے کو اپنا زور لگاتے بھاگتے تھے ۔۔۔ ہمارے تو جو پنجوں میں آجاتا ہم اُسے کھاتے ہیں پر اس سفید نرم اور پلپلے جنور میں رَت بہت ہوتی ہے اور اسی لئے ہم چاروں پانچوں اِسے پکڑنے کو بھاگتے تھے اور پھر رُکھوں کے اندر جاتے تھے اور اُس پر نظر رکھتے رُکھوں کے اندر جاتے تھے ۔ اُس کا چھوٹا سا پُھرت والا جُسّہ ہر شے پھلانگتا جاتا تھا اور اُسے پتہ تھا کہ میرے پیچھے میری رَت پینے چاٹنے والے تھو تھنیاں اٹھائے سُونگھتے بھاگتے چلے آتے ہیں تو وُہ اپنی ٹانگوں سے بھاگتا نہ تھا اُڑتا اُن کو پنکھ لگاتا جاتا تھا ۔ ایک بار اُس نے ایک جھاڑی میں اپنے آپ کو گم کرنا چاہا پر ہم اُس کی باس پر تھو تھنیاں رکھ کر اُس کے پاس ہوتے جاتے تھے اور وُہ پُھدک کر پھر اپنی رَت بچانے کو دوڑنے لگا ۔ جہاں رُکھ ختم ہوتے ہیں وہاں سے ریت شروع ہوتی ہے اور ہم کبھی اُدھر کو نہیں گئے ۔ ہم تو بس بستی اور اس کی سُوکھتی کھیتیوں کے آسے پاسے رہتے ہیں پر رَت کے سواد نے ہمیں بے بس کیا اور ہم وہاں سے نکلے

جہاں ہم رہتے تھے ۔ تو جب وُہ آخری رُکھ کے پاس پہنچا جس کی چھاؤں ریت پر پڑتی تھی تو وُہ رُکا اور جھجکا اور پھر ریت میں چلا گیا ۔۔۔۔ ہم بھی وہاں رُکے اور جھجکے کیونکہ اس کے آگے ہم کبھی نہ گئے تھے اور جانتے نہ تھے کہ آگے کیا ہے ۔ پر ہماری تھوتھنیوں نے سُونگھ کر بتایا کہ آگے سیہا ہے تو ہم سب بُھول بھال رُکھوں سے نکل کر اُدھر چلے گئے جہاں ہم آسمان تک ریت دیکھتے تھے اور تب ۔۔۔۔۔ وُہ ایک سے بہت سارے ہوئے ۔ پہلے تو ہم سب اُن کو پکڑنے کے لئے الگ الگ اُن کے پیچھے بھاگنے لگے ، کبھی کسی ٹیلے پر کبھی کسی جھاڑی میں اور کبھی کسی سوراخ میں اور ہم سب اُچھل کُود رہے تھے اور پھر ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا کہ ہم پانچوں چاروں الگ الگ جگہوں پر اچھل کود رہے تھے اور کس کے پیچھے اچھل کُود رہے تھے ، یہ صرف اُسے نظر آرہا تھا جو ایسا کر رہا تھا اور باقیوں سے وُہ اوجھل تھا تو ہم رُک گئے ۔۔۔ وُہ صرف ایک تھا اور یہ بہت سارے تھے تو یہ کہاں سے آگئے اور اگر یہ بہت سارے ہیں تو سب کو نظر کیوں نہیں آتے ۔۔۔ تب وُہ کبھی جھاڑیوں کے اوپر بیٹھ کر دانت نکالتے کہ آؤ ہمیں پکڑ لو اور کبھی ہمارے سامنے بیٹھ کر اپنے لمبے کان ہِلا ہِلا کر ہمیں تاؤ دلاتے اور ہم اُنہیں دیکھ کر ڈرنے لگے اور ہانپنے لگے کہ یہ کیا ہیں ۔۔۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اپنی اپنی دُمیں لرزتی ٹانگوں میں دبائیں اور رُکھوں کی طرف واپس بھاگے ۔۔ پر ہم وہاں تک اُن میں پُہنچتے پہنچتے کچھ اور ہو چکے تھے اور ہمارا سر گھوم چُکا تھا اور ہم بدل چکے تھے ۔ ہماری رَت گرم ہو کر ٹانگوں اور دُموں میں سے پھٹ کر باہر آتی تھی ۔۔ ہم ایک دُوجے کو کبھی نہیں کھاتے پر ہم ایسے کچھ اور ہوئے کہ ہم ایک دُوجے کو بھنبھوڑنا چاہتے تھے اور رَت پی جانا چاہتے تھے ۔ ہم رکھوں میں بھاگتے بھاگتے آپس میں اُلجھتے اور بھونکتے تھے اور ہماری زبانوں پر کچھ ایسے پھوٹا کہ وُہ وراچھوں میں سے گرنے لگا اور یہ رال نئی جھاگ تھی ۔ جیسے بڑے پانیوں سے پہلے گھاگھرا پر آتی ہے ۔۔۔ ہم چاروں پانچوں وہ نہ تھے جو تھے اور ہم کچھ اور ہو چکے تھے اور رُکھوں میں بھاگتے تھے ۔

چیوا نے نیچے دیکھا اور دُور اِملی کے ایک گھنے درخت میں گُم ماسے کو ہیک لگائی "ہے ماسا ۔۔۔"

ماسا اونگھتا تھا ، ہیک سے چوکنّا ہوا "بول ۔۔۔ بول ۔۔۔ جو اگیا وُہ اگیا ۔۔۔ بول"

"اِن کتّوں کو کیا ہوا ہے جو یُوں ایک دُوجے کو بھنبھوڑتے اور کاٹتے جاتے ہیں ۔ ابھی یہ ایک سیہے کے پیچھے بھاگتے گئے تھے اور اب واپس آئے ہیں تو ان کے مُنہ سے جھاگ بہتی

ہے ۔۔۔"

"مجھے کیا پتہ کہ کیا ہوا ہے ۔۔۔" ماسا غصّے میں بولتا تھا۔

چیوا جواب ماسے جیسا ہو گیا تھا اپنی ٹہنی سے اُچک کر دوسری پر ہوا اور پھر دوسرے رُکھ پر اور پھر املی کے پتّوں میں اُس نے جا جھانکا "تجھے پتہ ہے پر بتاتا نہیں"

"تو یہاں بھی آگیا ۔۔۔ پہلے بستی چھوڑ کر ادھر آیا اور اب ادھر بھی چین لینے نہیں دیتا ۔ جدھر جاتا ہوں اُدھر مامن ماسا مامن ماسا کرتا آجاتا ہے ، جنور کا بچّہ"

"مامن ماسا ۔ مامن ماسا" چیوا نے اُسے چھیڑا اور پھر اُس کے پاس ہو کر مٹھی کھول کر بولا "یہ کھائے گا سُوہے یہ ۔۔۔"

ماسا جو ابھی گرم ہو کر مُنہ سے تُھوک نکالتا بولتا تھا یہ کی بات سُن کر اُکا ٹھنڈا ہو گیا اور چیوا کی طرف بے چارگی سے دیکھنے لگا ۔ پھر اُس نے مُنہ دُوجے پاسے کرتے ہوئے کہا "نہیں ۔۔۔ یہ تیرے پاس کہاں سے آئے" ۔۔۔ اُس نے رُکھوں میں آکر بستی سے، اُس کے وسنیکوں سے سارے ناتے توڑ دیئے تھے ۔ کبھی ایسا ہوتا کہ اُسے بستی میں جانا پڑتا جیسے وُہ ماتی کو ایک بار بتانے گیا تھا کہ بڑے پانی تیرے کھیتوں تک نہیں آئے ۔۔۔ ورنہ وُہ ادھر ہی رہتا ۔ وُہ سارا کُچھ پیچھے چھوڑ آیا تھا پر یہ یروں کا سواد اپنے تالو سے چپکا کر ساتھ لے آیا تھا اور یہ سواد چُھوٹتا نہ تھا ۔ پہلے رُکھوں میں جھیل پاسے دو بڑے جھاڑے والی پُرانی یہ یاں تھیں اور اُن پر پکنے والے سُوہے یہ یروں کو وُہ ٹہنیوں سے لٹک لٹک کر کھاتا اور پیٹ بھرتا پر ایک یہ ری ایسی بوڑھی ہوئی کہ کھڑی کھڑی سُوکھ گئی اور دوسری کو اندر سے کیڑے نے کھا لیا اور وُہ بُھر بُھری ہو کر گر گئی ۔ یہ ابھی ایک برس پہلے ہوئے تھا ۔ رُکھ سُوکھ رہے تھے ۔ کئی اور رُکھوں کے ساتھ بھی یہی ہوا وُہ اندر سے کھوکھلے ہو کر راتو رات گر جاتے تھے اور کئی بار ماسا جب ایک رُکھ سے دوسرے پر جانے کو بیٹھک لگاتا تو دیکھتا کہ دُوسرا رُکھ تو ہے نہیں وُہ تو گر چکا ۔۔۔ یہ بوڑھے ہو رہے تھے اور ان کی جگہ نیچے جھاڑیاں تو اُگتی تھیں پر ان رُکھوں کا بیج پودہ بن کر آگے اونچا نہ ہوتا تھا ۔۔۔ تو چیوا نے مُٹھی کھولی اور اُس میں تین سُوہے یہ یر تھے ۔

"یہ کہاں سے لایا ۔۔۔" ماسا نے اُنہیں اُچک لیا "ہماری یہ یاں تو گر چکیں ۔۔۔ ہیں ؟"

"یہ یر نہیں پیلو ہیں ۔۔۔"

"پیلو؟ ۔۔۔" اُس نے ایک یر چکھا "نہیں یہ تو یر ہے"

"تم نے دیکھا نہیں ماسا ۔۔۔ تم اوپر دیکھتے ہو نیچے زمین کو تو دیکھتے نہیں ۔۔۔ وہاں اب رُکھوں کی بجائے جھاڑیاں اُگ رہی ہیں اور ان بیروں کی جھاڑیاں ہیں اور انہیں پیلو کہتے ہیں"

"کون کہتے ہیں ؟"

"پتہ نہیں ۔۔۔" چیوا سر کھجانے لگا "میں جب ادھر چھپر میں بھیڑ بکریوں کا چھیڑو تھا تو ایک تپڑواسی نے مجھے کھلائی تھیں اور کہا تھا کہ وُہ انہیں کہیں اور سے لایا ہے ۔ تب ان کی جھاڑی ادھر نہیں ہوتی تھی ۔۔۔ اور اب بہت ساری بن رہی ہیں ۔ ان پر یہ بیر لگے تو میں نے چکھے اور جان لیا کہ بیر نہیں پیلو ہیں"

"ہاں بیروں جیسی نہیں ہیں ۔۔۔" ماسا نے ناک سکیڑ کر کہا "اور تو پوچھتا تھا کہ اِن کُتّوں کو کیا ہوا ہے ؟"

"ہاں ۔۔۔ یہی پُوچھتا تھا"

"یہ ادھر گئے ہوں گے جہاں سے ریت شروع ہوتی ہے اور اُس کے بعد اُدھر اور کُچھ بھی نہیں بس ریت کی دُنیا ہے ۔۔۔ اپنے رُکھ چھوڑ کر ادھر گئے ہوں گے ۔۔۔ کسی سیہے کے پیچھے ۔۔۔"

"تو ادھر جانے سے کیا ہوتا ہے ۔۔۔"

"سرگھوم جاتا ہے ادھر جانے سے ۔ اپنے رُکھوں کو چھوڑ کر ادھر جانے والے کو کُچھ ہو جاتا ہے ۔ میں چھوٹا تھا تو دیکھتا تھا کہ جو کُتّا ادھر جاتا ہے وُہ ہلکایا جاتا ہے اور اُس کے مُنہ سے جھاگ نکلتی ہے ۔"

"اور ہم تم اگر جائیں تو؟"

"میں اور تم؟" ماسا نے پیلو کھا کر اپنے چپکے ہوئے پیٹ کو تھپکا جیسے بہت کھا لیا ہو اور کہنے لگا "میں اور تم تو پہلے سے ہلکائے ہوئے ہیں چیوا ۔۔۔"

"ہیں ؟" چیوا کچھ دُکھی ہوا "اور جو کوئی اور جائے تو ۔۔۔"

"وُہ بھی ہماری طرح کا ہو جائے ۔۔۔"

"می آؤں ۔ می آؤں" مور بولا ۔

ماسا نے کان لگا کر سُنا کہ شائد دوبارہ بولے پر وُہ نہ بولا چُپ رہا "یہ اب اُدھر جھیل کے آس پاس پھرتا ہے ، رُکھوں میں کم آتا ہے"

"مور کتنے برس کا ہوتا ہے ماسا ۔۔۔ یہ تو اِن رکھوں میں ہمیشہ سے ہے"

"ہاں ۔۔۔" ماسا نے سر ہلایا "یہ تو مجھ سے پہلے کا ہے ۔ پتہ نہیں مور کتنے برس کا ہوتا ہے ۔ پر اب یہ بُوڑھا ہوتا ہے ۔ اس کی آواز اب مُشکل سے رُکھوں کو پار کر کے بستی تک جاتی ہے ۔ پہلے تو جاتے ہو جب یہ بولتا تھا تو لگتا تھا گھر گھر اکنارے کھڑا بولتا ہے ۔۔۔ اور سر پر کھڑا بولتا ہے ۔۔۔"

"یہ رُکھ کیوں سُوکھ رہے ہیں ماسا ؟"

ماسا چُپ رہا اور پھر مُنہ پُھلا کر دوسرے پاسے دیکھنے لگا جیسے بچّہ رُوٹھ کر بیٹھتا ہے ۔

"بتاؤ ناں ماسا ۔۔۔۔"

"بس جو آگیا وُہ آگیا ۔۔۔" ماسا بولا ۔

"وُہ تو میں جانتا ہوں پر رُکھ کم ہو رہے ہیں ۔۔۔ پُرانے تو کھوکھلے ہو کر گرتے ہیں پر اُن کی جگہ نئے تو آتے ہی نہیں ۔۔۔ میں ادھر گیا تھا ریت کی طرف ۔۔۔ نہیں نہیں رُکھوں سے باہر نہیں گیا تھا ۔ یونہی وہاں کھڑا ہو کر دیکھتا ہوں تو پتہ ہے کیا دیکھتا ہوں؟ ۔۔۔ کنارے کے رُکھ گرتے ہیں تو اُن کی جگہ ریت آجاتی ہے ۔۔۔ ریت رُکھوں کو چاٹتی بڑھتی جاتی ہے ۔۔۔ کیوں ماسا؟"

"پتہ نہیں کیوں ۔۔۔ پر یہ ہے کہ ۔۔۔" ماسا کُچھ بتانے لگا اور چُپ ہو گیا ۔

"بولو ماسا ۔۔۔"

"تیرے پاس اور بیر ہیں ؟"

چیوا مسکرایا "نیچے ہیں جھاڑیوں میں ۔۔۔ میں تجھے لادوں گا ۔۔۔ تُو بتا ۔۔۔"

"تُو پھر اُدھر چلتے ہیں ۔ نیچے ۔۔۔ تو میں بتاتا ہوں"

وُہ دونوں پھدک کر نیچے آئے اور رُکھوں کی چھاؤں ، پتّوں اور سوکھی ٹہنیوں اور جھاڑیوں میں چلنے لگے ۔ اُن کے چلنے سے پتّے ہِلتے اور کوئی جنور نکل بھاگتا ۔

"مینہ برسنا کم ہو گیا ہے اس لئے رُکھ بھی کم ہو چلے ہیں" ماسا بڑبڑا رہا تھا "دیکھ چیوا پچھلے چھ سات برس میں کتنی بار برسا ہے ۔۔۔ بستی والے باجرہ اور تِل مٹّی میں رکھتے ہیں تو وُہ رکھے رہتے ہیں اور مینہ نہیں پڑتا ۔ اب تو اُن کا بیج بھی سُوکھ سڑ کر پُرانا ہو گیا ہے اور اُگنے جوگا نہیں رہا ۔۔۔ ایک بار مینہ آیا تھا اور وُہ بھی ایسا کہ دُھول کو اوپر اٹھایا اور ختم ہو گیا ۔۔۔ بڑے پانی نہ ہوتے تو یہ سب بھی اب تک ادھر رُکھوں میں آجاتے ۔۔۔ ہیں ؟ کیا سواد آئے جو یہ سارے ادھر آجائیں ۔۔۔"

"ہاں ہاں ۔۔۔" چیوا نے سر ہلایا اور ہنسا "کیسا سواد آئے بابا ۔۔۔ بابا"

ماسا کھڑا ہوا اور مُنہ کھول کر دانت پورے کے پورے نکال کر ہنسنے لگا ۔ وُہ ہنستا تو تھا پر اُس کی آواز اب کم نکلتی تھی ۔ رُکھوں میں بیٹھے پنکھ پکھیرو تربک کر اُڑنے لگے ۔ پر اب وُہ بھی کم تھے اور رُکھوں کے پتّے بھی چھدرے تھے اور سُورج کی روشنی جو پہلے کم نیچے تک آتی تھی اب زیادہ آتی تھی ۔

"سب آجائیں تو بڑا سواد آئے" چیوا ہنستا ہنستا چُپ ہوا ۔ ماسا نے اُس کی طرف دیکھا تو وُہ سر جھٹک کر بولا "چھ سات برس پہلے پاروشنی کے ساتھ بھی وُہی ہوا تھا جو گاگری کے ساتھ ہوا تھا"

"کیا ہوا تھا؟"

"جو آگیا وُہ آگیا ۔۔۔" ماسا غصّے سے بولا "تو اُن جھاڑیوں کی طرف چل جہاں بیر لگے ہیں"

وُہ پھر چلنے لگے ۔

"وُہ مرا ہوا آیا تھا ۔۔۔"

"جو آگیا وہ آگیا ۔۔۔" ماسا غصّے سے بولا "تُو ان جھاڑیوں کی طرف چل جہاں بیر لگے ہیں"۔

وہ پھر چلنے لگے ۔

"تُو مجھے یہاں لے آیا اور خود چلا گیا ۔۔۔"

وُہ دیکھتے رہے بہت دیر تک دریا کے اُدھر دوسرے کنارے کو دیکھتے رہے اور اُس بھید کو پانے کے لئے دیکھتے رہے جو وہاں تھے ، وُہ جو کبھی تھے ، وُہ سارے کے سارے ادھر تھے ۔ اُن کے اور اُن کے بیچ گھاگھرا تھا ۔ رُت بدل چکی تھی اور شام سمے پانی پر سے چلتی ہوا اُسے چُھوتی، جُتے کو کھٹکا کر نکلور کرتی جاتی تھی ۔

"میں تو تمہیں ساتھ نہیں لایا تھا تم خود میرے پیچھے پیچھے چلے آئے تھے ۔۔۔" ورچن ہنسا ۔ ورچن جواب ایسے ہنستا تھا جیسے اپنے آپ پر ہنستا ہو "اور جب میں نے درشتدوتی کو پار کرنے کے لئے اپنے لیڑے اُتارے اُس میں چلا تو پانی ابھی میرے گھٹنوں تک آیا ہو گا جب تم اپنے بے انت پاؤں اور ہاتھوں سے مُجھے چمٹ گئے اور میں نے جانا کہ میرا وُہ برتن بن گیا جس میں مَیں زمین میں جاؤں گا ۔۔۔"

"تو اور کیا ۔۔۔" ڈور گا بھی ہنسا پر اُسی طرح جُھکا ہوا "میں کئی دن اور کئی رات تمہارے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا اور میں نے دیکھا کہ تم پانیوں میں اُترتے ہو اور مُجھے چھوڑتے ہو ۔ میں تمہیں جانے دیتا تھا ۔۔۔ پر تم مجھے یہاں اس بستی میں گھاگھرا کے کنارے تو لے آئے اور پھر چلے گئے ۔۔۔ کہاں گئے تھے ؟"

ورچن نے ایک ڈھیم اُٹھا کر گھاگھرا پر پھینکی جو بُھربُھری تھی تو ایک جگہ پر نہ پڑی بلکہ اُس کے حصّے بٹ گئے اور موٹے مینہ کی طرح پانی پر برسے اور پانی پھیلتے گئے ۔

"مُجھے آئے ہوئے کئی دن ہو گئے ۔۔۔ پر تو نے اس سے پہلے یہ نہ پُوچھا کہ کہاں گئے تھے ۔۔۔ اب کیوں پوچھتے ہو ؟"

"تمہارے بالوں میں ریت اور مٹی تھی اور تمہارا پیٹ پچکا ہوا تھا ۔ تم چلتے تھے تو تمہاری ٹانگیں تمہارا بوجھ سہارتی نہ تھیں اُسے گرانے کو پھرتی تھیں ۔۔۔ ماس پر جُھریاں تھیں اور

تمہاری آنکھیں کہیں اور تھیں اور مجھے نہ دیکھتی تھیں ۔ آج مجھے دیکھتی ہیں تو پُوچھتا ہوں ۔۔۔۔"

"میرے بالوں میں نِری مٹّی اور ریت نہیں ۔۔۔ سفیدی بھی ہے"

"میں نے دیکھا نہیں ۔۔۔ ہاں اب دیکھا تو ہے ۔۔۔ پر ابھی سے ایسا کیوں ۔۔۔؟"

"ایسا ہی ہونا تھا ۔۔۔ جو ایک جگہ پر ٹِکے نہیں وُہ جڑیں نہیں پکڑتا اور پھر گھومتا ہے اور اُس کے بالوں میں مٹی اور ریت رہتی ہے ۔ اور وُہ سب کچھ دیکھتا ہے جو بستی سے پرے ہے اور دریا سے پرے ہے اور وُہ نرا اپنی بستی کے لئے نہیں ہوتا ، دوسری بے انت بستیوں میں رہنے والے بے انت لوگوں کے لئے بھی ہوتا ہے اور اُن کے لئے کُڑھتا ہے اور سوچتا ہے اور دیکھتا ہے ۔۔۔ اور یُوں وُہ کچھ جلدی سے بوڑھا ہو جاتا ہے کہ وُہ اپنے برس ذرا شتابی سے گذار لیتا ہے ۔۔۔ میں اپایاندی تک تو ٹھیک تھا پر اُس کے پار آیا تو مجھے کچھ ہوا ۔۔۔ اور اُس کے بعد مین کہاں تھا اور کیوں تھا اور کس حال میں تھا اور مجھے کیا کاٹا اور میرے جُتّے میں کونسے زہر گئے میں نہیں جانتا ۔ نہ میں سویا نہ میں جاگا ۔ نہ میں راستے پر چلا نہ بھٹکا اور بس میں اُسی حالت میں تھا جب میں نے آسمان پر دھویں کی ایک لکیر دیکھی اور میں نے جانا کہ یہ پکلی کے آوے کا دھواں ہے اور میں نے ایک ہلکی ٹھنڈ اپنے اندر رچلتی محسوس کی تو میں نے جانا کہ میرا دریا آس پاس ہے اور پھر تم وہاں آوے کے قریب تھے اور میں تمہارے پاس گیا اور پُوچھا کہ ۔۔۔"

"تم نے پُوچھا تھا ۔۔۔۔ ٹھہرو میں بتاتا ہوں" ڈور گا نے اُس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا "تم نے پُوچھا تھا کہ یہ پاروشنی کی بستی ہے ؟"

"ہاں ۔۔۔ کسی ایک جگہ پر واپس آنے کے لئے چاہے تم بُھوکے ہو اور تمہارے جُتّے میں زہر ہو اور تم مرتے ہو اور پیاس سے تمہاری زبان کڑکڑاتی ہو ۔۔۔ تم واپس آتے ہو تو کسی ایک کے لئے ۔۔۔"

"تو پھر تم ابھی تک بستی میں کیوں نہیں گئے ۔۔۔ پاروشنی سے کیوں نہیں ملے ؟"

"اُس نے کبھی میرا پُوچھا؟!"

"وُہ کسی سے کیا پُوچھے ۔۔۔ وُہ سارے بھید آپ جانتی ہے ۔۔۔۔۔ پر جب وُہ مجھے دیکھتی تھی تو وُہ سارا سفر دیکھتی تھی جو میں نے اور تم نے موہنجو سے یہاں تک کیا اور اُس جدائی کو دیکھتی تھی جو اُس کے جُتّے میں پلتی تھی ۔۔۔"

"اُس سویر ۔۔۔ میں نے اُسے دیکھا تو اُس کا پیٹ ساتھ لگا ہوا تھا تو میرا مُنہ کُھل گیا کہ اِسے کیا ہوا ۔۔۔ اُس کی رنگت پھیکی تھی اور اُس کی آنکھوں میں جیسے بے انت پکھیرو ڈوبتے تھے ۔۔۔ تب مجھے سمرو نے بتایا ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ وُہ رویا نہ تھا"

"میں نے اُسے بہت کہا کہ یہ تو کوئی مُشکل بات نہیں ۔۔۔ ایک عورت کئی بچے جَنتی ہے اگر ایک ہوا اور رویا نہیں تو کیا ہوا ۔ پر وُہ مانتی نہ تھی اور وُہ مجھ سے الگ ہو گئی جیسے میرا قصور ہو اور وُہ سمرو سے بھی پرے ہو گئی ۔۔۔ جیسے دریا کے بیچ کوئی ٹیلا ہو جو کناروں سے دُور ہو گیا ہو ۔۔۔ تب میں یہاں سے چلا گیا ۔ میں یہاں کیا رہتا ، میں نے پوٹلی میں آٹا باندھا ، چھپر سے باہر پاؤں رکھا اور جہاں اُس پاؤں کا نشان تھا اُس مٹّی کو بھی پوٹلی میں سنبھالا اور چلا گیا ۔۔۔ پتہ نہیں یہ کتنے برس پہلے کی بات ہے ۔۔۔ کتنے برس ہو گئے ؟"

بہت سارے ۔۔۔" ڈور گا کی آواز میں تھکاوٹ تھی ۔ وُہ بھی بڑا بوڑھا ہو گیا تھا ، اتنے برسوں میں وُہ ابھی گھاس پھونس تو نہیں ہوا تھا ۔ وہ کام کاج کا تھا ۔ آوے کا سارا کام اُسی نے سنبھال رکھا تھا ۔۔۔ اور پکلی کا بھی ۔۔۔

"اِس بات کو چھ سات برس تو ہو گئے ۔۔۔ اور اِن برسوں میں مَیں نے تمہارا بہت دھیان کیا ۔۔۔ تم اپنے لئے سانس لینے والے پہلے بندے تھے جس کے ساتھ میں نے بات کی ، جیسے میں نے پانی کو پہلی بار دیکھا تھا اور موہنجو کو پہلی بار دیکھا تھا اور باہر کی دنیا کو پہلی بار دیکھا تھا تو تم پہلے بندے تھے جو اپنے لئے سانس لیتے تھے ۔۔۔ تم اگر مجھے ساتھ نہ لاتے تو میں اب تک اُسی دیوار کے اندر رہتا ، جُھکا ہوا جنور ہوتا ۔۔۔ تم کیا کرتے رہے اتنے ڈھیر برس ؟"

"رگ وید میں آیا ہے کہ اُنہوں نے آہی کو موت کے گھاٹ اُتارا جو اُن کا وَیری تھا اور سات دریاؤں کو جاری کیا اور اُنہیں ایسے کھولا جیسے وُہ رُکے ہوئے فوارے تھے ۔۔۔ میں ان دریاؤں کے کنارے آباد بستیوں میں رہا ۔ میں نے وہاں اپنا بیج بویا ۔۔۔"

"رِگ وید ؟" ڈور گا نے مُنہ کھولا ۔

"یہ اُن کی کہانی ہے جو اُدھر آ چکے ہیں اور اب دھیرے دھیرے وہاں سے نیچے اُترتے ہیں کہ یہاں کا سبزہ اور ہریالی اور پانی تو وُہ پی چکے اور کھا چکے ۔۔۔"

"کیا یہ ساتوں سند ھو ہیں ؟"

"نہ ۔۔۔ الگ ہیں ۔۔۔ اور اُن میں سے ایک گھاگھرا ہے جسے وُہ اب سرسوتی ہی بولتے

ہیں اور اسکنی جسے وُہ چندرا بھاگا کہتے ہیں ۔۔۔ واتستا ، ارجکیا ۔ شُتدری ۔ پاروشنی جسے ایراوتی بھی بتاتے ہیں اور بڑا سندھو ۔۔۔ اور میں نے سب کا پانی پیا اور اس پانی کا سواد ایک جیسا ہے ۔ اِن میں گھلی مٹّی جب مُنہ میں جاتی ہے تو تالو اِسے جانتا ہے ۔۔۔ میں ہری یوپیا میں بھی رہا ۔۔۔"

"یہ ہری یوپیا وُہی ہے جہاں تم موہنجو سے پہلے جانا چاہتے تھے ۔۔۔ پر نہ گئے ؟"

"ہاں ۔۔۔ بس یہ جانو کہ یہ دونوں جُڑواں ہیں ۔۔۔ ایک جیسے ہیں ۔۔۔ بس دریاؤں کا فرق ہے ۔۔۔ میں جب پہلی بار ہری یوپیا میں گیا تو یُوں لگا جیسے اپنی پُرانی بستی میں جانا ہوں ۔ میں جانتا تھا کہ گھر جو ہیں وُہ پہاڑ پاسے کی سیدھ میں ہیں اور لمبائی میں ہیں ۔۔۔ ان کی گلیاں چھ چھ کروہوں گی ۔ درمیان میں بچاؤ کی عمارت ہوگی ۔ چوک میں چوکیدار کا چھپّر ہوگا اور گھر کئی کئی کوٹھوں کے ہوں گے جن میں نہانے کے کمرے ہوں گے تالاب ہوں گے اور تندور ہوں گے ۔۔۔ اور پکّی گلیوں کے بیچ نالیاں اینٹوں سے ڈھکی ہوں گی ۔۔۔ تب وہاں کے لوگوں نے پُوچھا کہ تم پہلے سے کیسے جانتے ہو تو میں نے کہا کہ میں موہنجو دیکھ چکا ہوں اس لئے ۔۔۔ اور اُنہوں نے بھی یہی کہا کہ موہنجو اور ہری یوپیا ایک ہیں ۔۔۔ یہ مُہریں برتن اور مٹّی کے کھلونے پہلے گھاگرا سے ادھر آئے اور پھر ادھر سے موہنجو گئے ۔۔۔ ہری یوپیا کی بستی کے باہر کنک کُوٹنے اور پیسنے والوں کے گھر ہیں ۔۔۔ یہ خاص لوگ ہیں جن کو وُہ واہیک کہتے ہیں ۔۔۔"

"میں انہیں جانتا ہوں ۔۔۔"

"کیسے ؟ ۔۔۔" وُہ اچنبھے سے بولا۔

"وہ لوگ بے انت برسوں سے ۔۔۔ جب سے ہری یوپیا ہے تب سے کنک پیستے ہیں اور وہاں گھروں کے اندر تاریکی میں وُہ جُھکے ہوتے ہیں بڑی بڑی چکیوں کے اُوپر اور وُہ وہاں سے اُٹھ نہیں سکتے ۔ اُن میں سے کئی ہیں جو آلتی پالتی مارے اپنی چکّی کے آگے اتنی مدت سے بیٹھے ہوئے ہیں کہ اب وہ اپنی ٹانگوں کو سیدھا نہیں کر سکتے اور اُن کو اٹھا کر ادھر ادھر رکھا جاتا ہے ۔۔۔ اُن کی ٹانگیں جُڑ گئی ہیں ۔۔۔ یہ بھی جھکے ہوئے لوگ ہیں میری طرح کے ۔۔۔ ہر بستی میں ایسے لوگ ہوتے ہیں ۔۔۔"

"میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ جہاں وُہ کنک پیستے ہیں وہاں سے گذریں تو چکیوں کے پاٹ گرر گرر ایک گہری گُونج کے ساتھ چلتے ہیں اور انہیں یہی لوگ چلاتے ہیں اور وہاں سے عارت

کے اُوپر جو روشنی کے چوکور سوراخ ہوتے ہیں اُن میں سے سفید آٹا ایک گھنے اور بھاری بادل کی طرح باہر آتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اندر وُہ کتنا گھنا اور بھاری ہو گا اور اُن کے سانسوں میں جاتا ہو گا ۔۔۔ اگر وُہ سانس لیتے ہیں تو ۔۔۔ پر میں اندر نہیں گیا ۔۔۔"

"تم جب ہری یو پیا سے نکلے تو پیچھے مڑ کر دیکھا ؟"

"کیوں پُوچھتے ہو؟"

"شائد وہاں بھی کوئی ڈور گا ہو جو تمہارے پیچھے آتا ہو اور پھر گم ہو گیا ہو یا پکڑا گیا ہو اور اُسے پھر سے اُدھر اُس بڑے گھر میں لے گئے ہُوں جہاں سے وُہ گہری گُونج آتی ہے اور جن کے سوراخوں میں سے آٹے کا سفید بادل نکلتا ہے اور ۔۔۔ تمہیں پیچھے مڑ کر دیکھ لینا چاہئے تھا"

"اگر وُہ وہاں ہوتا تو تمہار طرح مجھے پیچھے سے آکر چمٹ جاتا ۔" ورچن مسکرایا ۔۔۔ رُتوں نے جو دُور دیسوں میں بسر ہوئیں اُس کے مہاندرے کو کُملا دیا تھا ۔ ڈور گا دو گنے برسوں کا تھا ، جھکا ہوا تھا پر کُملایا ہوا نہ تھا "ڈور گا جب میں نے پکلی کے آوے کا دھواں آسمان پر دیکھا تو جانا کہ میں اپنوں میں آگیا ہوں پر اُس سمے دریا کے اونچے کنارے پر ماتی کے تینوں اپنی بیل گڈ کو دگڑ دگڑ دوڑاتے جاتے تھے اور اُس کے پہیّے بہت دُھول اڑاتے تھے ۔۔۔"

"اِس میں اچنبھے کی کونسی بات ہے ؟"

"نہیں ہے پر دُھول کچھ زیادہ تھی ۔ مجھے پتہ ہے کہ اگر گڈ کے آگے جُتے بیل چاہے جتنا مرضی تیز دوڑیں پر اُن کے سُموں اور پہیوں سے اُڑتی دُھول کہاں تک جاتی ہے ۔۔۔ ایک خاص بُلندی تک پر اُس سے اوپر نہیں ۔۔۔ پر یہ بہت اوپر تھی ، آسمان تک پھیلتی تھی ۔

"شائد اس لئے کے مینہ کم ہوا ہے ۔ تمہارے جانے کے بعد مینہ بہت کم ہوا ہے" ڈور گا نے گردن کھجلاتے ہوئے اوپر دیکھا "دیکھو آسمان خالی ہے ۔ باجرے اور تل کا بیج تو کب کا سڑ چکا ، بستی میں اب ایک دانہ بھی نہیں ۔۔۔ بس اسی لئے دُھول بیٹھتی نہیں اُڑتی رہتی ہے"

"اور بڑے پانی؟"

"وُہ آتے ہیں پر ٹھہرتے نہیں ۔ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں"

گھاگھرا کے دُور تک نظر آتے پاٹ پر سُرخی تھی جو سیاہی میں ملتی تھی اور گُھل گُھل کر پھیلتی تھی ۔ ہوا میں ایک سفید پکھیرو پَر تولتا تھا پر پانی میں نہ جاتا تھا بس اڑتا تھا پانی کو تاکتا تھا اور پَر تولتا تھا ۔ گھاٹ پر سروٹ کی تین کشتیاں ہچکولے کھاتی تھیں اور بڑی گلی میں ٹھہری ہوئی دُھول شام کی تاریکی کو مدھم کرتی تھی ۔